جناب خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی

گستاخِ رسول

سلمان رُشدی

اسلامی طرزِ فکر اور معتدل لائحۂ عمل

۱۲ر فروری کو کچھ نوجوان راقم الحروف کے پاس آئے، انہوں نے کہا:

"مولانا! سلمان رشدی کی "شیطانی آیات" کا آجکل بہت چرچا ہے، ہم لوگ اس بارے میں کیسا طرزِ عمل اختیار کریں؟"

اس سوال کے جواب میں میں نے ان نوجوانوں سے جو گفتگو کی اسے انہوں نے ریکارڈ کر لیا۔ اس کے دو تین دن بعد جب میں نے حضرت والد ماجد مدظلہ سے دریافت کیا کہ اس مرتبہ نگاہِ اولین کے صفحات میں مجھے کیا لکھنا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ابھی تک "الفرقان" کے صفحات میں سلمان رشدی کی شیطنت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا ہے، اب جو صورتحال اس مسئلہ نے اختیار کر لی ہے اس کے پیشِ نظر امت کی اور دنیا کی خیر خواہی کا یہ تقاضا ہے کہ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی جائے، لہٰذا بہتر ہے کہ اس شمارہ میں تم اسی پر کچھ لکھو۔ میں نے مناسب سمجھا کہ جو گفتگو میں نے ان نوجوانوں سے کی تھی اسی کو قدرے حذف و ترمیم کے ساتھ الفرقان کے ان صفحات میں منتقل کر دوں۔ شاید گفتگو کا بے تکلف انداز قارئین کو بھی زیادہ دلچسپ اور مؤثر محسوس ہو، چنانچہ ذیل کی سطروں میں وہی گفتگو پیشِ خدمت ہے:۔

میں نے ان نوجوانوں سے کہا:

سب سے پہلے تو آپ یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہمارے ماں باپ اور دل و جان آپ پر قربان ہوں) کو محبوبیت کا وہ "مقامِ محمود" عطا فرمایا ہے جو ہزاروں دوسری خصوصیات کی طرح صرف آپ ہی کا حصہ ہے

ایک عامی مسلمان گنہگار کے دل میں بھی آنحضرتؐ کے ساتھ عقیدت ومحبت کے ایسے جذبات چھپے ہوئے ہوتے ہیں ــــ جن کا بعض وقت دوسروں کو تو کیا خود اس شخص کو بھی احساس نہیں ہوتا، جس کا ایک کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ جب کبھی کوئی بدبخت اس مبارک ہستی کو تنقیص و ملامت یا سب وشتم کا نشانہ بناتا ہے یا آپؐ کی بے آبروئی کی کوشش کرتا ہے تو وہ لوگ بھی جو بظاہر بس نام کے مسلمان نظر آتے ہیں، آپے سے باہر ہوتے لگتے ہیں اور ناموس رسولؐ کے تحفظ کے لیے مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ بے شمار حوصلہ شکن اور مایوس کن علامتوں کے درمیان یہ ایک بات ہے جو امید افزا ہے۔ جب تک یہ باقی ہے اور جب تک محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ محبت کا یہ نورانی دھاگہ سلامت ہے تب تک گویا ہمارے پاس دلوں کے تالوں کو کھولنے کی ایک چابی موجود ہے۔ جس دن دل اس بچے کھچے سرمایہ سے بھی خالی ہو جائیں گے اُس دن ایک بڑی نعمت سے ہم محروم ہو جائیں گے، اور پھر نام کے مسلمانوں کو کام کے مسلمان بنانے کا کام پہلے سے زیادہ مشکل ہو جائے گا۔

لیکن اس سلسلہ میں ایک بات اور قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اسلام کے دشمنوں کی ہر زمانہ میں یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں اور دنیا کے عام انسانوں کے درمیان کسی نہ کسی مسئلہ پر لڑائی ٹھنی رہے تا کہ حریفانہ کشمکش اور مقابلہ کی نفسیات سے متاثر ہو کر ایک طرف تو مسلمانوں کے اندر ایسی ہیجانی کیفیت بلکہ چڑچڑاپن پیدا ہو جائے کہ وہ ہمدردی و شفقت اور معتدل مزاجی کے ساتھ دعوت الی اللہ کا وہ کام نہ کر سکیں جس سے دشمنان اسلام ہر وقت خوفزدہ رہتے ہیں، کیونکہ بار بار کے تجربوں سے وہ یہ حقیقت خوب سمجھ گئے ہیں کہ مسلمانوں کی مضبوطی اور عزت وسربلندی کا اصل میدان دعوتِ حق ہے اور وہ یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ جن کروڑوں انسانوں کو انہوں نے مختلف تدبیروں سے اسلام سے بدظن کر رکھا ہے، اگر مسلمانوں کے مزاج میں اعتدال آگیا اور انہوں نے دعوت الی اللہ کے چھوٹے ہوئے کام اور ذوق ومزاج کو پھر سے اپنا لیا اور اس کے نتیجہ میں اسلام کی صحیح دلآویز اور پرکشش تصویر ان انسانوں کے سامنے آگئے تو پھر اسلام کے سیل رواں کو تھامنا ان کے بس سے باہر ہو جائے گا۔

آپ جانتے ہوں گے کہ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک باب اسپین (اُندلس) سے تعلق رکھتا ہے اور دنیا کے اس خوبصورت زرخیز اور مختلف پہلوؤں سے خصوصی اہمیت کے حامل خطہ میں مسلمانوں کے عروج وزوال کی تاریخ بڑی عبرتناک اور سبق آموز ہے۔ میں اس وقت اس تاریخ کا صرف ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں:۔

۸۲۳ء سے ۸۵۲ء تک وہاں کا حکمران عبدالرحمٰن الثانی تھا، مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن الثانی کا یہ دورِ حکومت مسلم اُندلس کی سیاسی وثقافتی شان وشوکت کے عروج کا دور ہے۔ لیکن اس عہد کے آخری حصہ میں ایک خطرناک فتنہ برپا ہوا جس نے آگے چل کر اُندلس میں اشاعتِ اسلامی اور حکومتِ اسلامی ہی کو نہیں بلکہ اسلامی وجود کو بھی سخت نقصان پہنچایا ــــ

ہوا یہ کہ کچھ عیسائی پادریوں کے اُکسانے پر کچھ پرجوش عیسائیوں نے اجتماعی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ایک مہم شروع کی، وہ لوگ جلوس کی شکل میں سڑکوں پر نکلتے اور کھلم کھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم اور توہین وتمسخر کا نشانہ بناتے۔ "انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا" کے مقالہ نگار نے اس واقعہ کے تذکرہ کے ضمن میں لکھا ہے کہ:۔

'Abd ar-Rahman II sought to persuade the 'Criminals' to retract, by alleging some pretext or by affirming that the insult had been pfofeered involuntarily. Failing in this effort he was obliged to impose the death penalty.

"عبد الرحمٰن الثانی نے یہ کوشش کی کہ مجرمین کوئی حیلہ بہانہ کرکے یا یہ اعتراف کرکے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا جرم مجبوراً سرزد ہوا ہے' اپنی گستاخی سے توبہ کرلیں۔ لیکن جب اسے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی تو مجبوراً اسے اُن کو سزائے موت دینی پڑی۔"

آگے چل کر اسی مقالہ نگار نے ایک بہت اہم بات یہ کہی ہے کہ توہینِ رسالتؐ کے جرم کی سزا پانے والے بہت سے جوشیلے عیسائی ایسے بھی تھے جو پادریوں کے جوش دلانے سے بزعم انکے شہید تو ہو گئے، لیکن کلیسا نے ان کے شہید ہو جانے کے بعد ان کے معاملہ سے بالکل لاعلمی اور بے تعلقی ظاہر کی۔

This persecution provoked by the christians themselves, took a toll of 53 victims, the last of whom found themselves avowed by their own ecclesiastical authorities.

مجھے یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ متعدد شواہد سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ شانِ رسالتؐ میں گستاخی کی اس منظم کوشش کے پیچھے اسپین میں حکمران مسلمانوں اور عیسائی عوام کے درمیان مستقل طور پر نفرت وعداوت کی دیوار کھڑی کر دینے کا ایک شیطانی منصوبہ تھا جو آگے چل کر پوری طرح کامیاب ہوا اور بالآخر وہاں اسلامی اقتدار ہی نہیں اسلامی وجود ہی کا خاتمہ ہو گیا۔

اسی طرح کا ایک تجربہ اسی صدی میں ہمارے برصغیر میں بھی ہو چکا ہے۔ اُنیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع کی بات ہے کہ عظیم تر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اہلِ دل علماء ربانیین کی کوششوں سے یہاں کے سادہ دل عوام خاصی تیز رفتاری سے اسلام میں داخل ہو رہے تھے، اور یہ بات اُن انگریزوں کے لیے ناقابلِ برداشت تھی جن کے یہاں آنے کا بڑا مقصد یہاں کے عوام اور مسلمانوں کے درمیان نفرت وعداوت کے جذبات پیدا کرکے اشاعتِ اسلام کے کام کو روکنا تھا۔ چنانچہ بیسویں صدی کے شروع میں ہندوستان میں ایسی کئی کوششیں کی گئیں جن کا مشترکہ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو اشتعال

دلایا جائے، اور یہاں کے مقامی باشندوں اور مسلمانوں کے مابین منافرت پھیلائی جائے۔ اس سلسلہ میں خاص طور پر جو طریق کار اختیار کیا گیا وہ یہ تھا کہ وہ کسی شردھانند، کسی راجپال یا کسی ناتھورام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر (خاکم بدہن) کیچڑ اچھالنے اور آپؐ کی بے آبروئی کرنے پر آمادہ کیا جاتا، اس کے نتیجہ میں مسلمان مشتعل ہوتے اور پس کارروائیوں اور جوابی کارروائیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا، اور یہ نتیجہ ضرور نکلتا کہ اشاعت اسلام کا کام رک جاتا۔

ہمارے زمانہ میں دشمنوں کی تمام تدبیروں اور اپنی تمامتر غفلت و کوتاہی کے باوجود عالمی سطح پر اسلام کی پیشقدمی جس انداز سے جاری ہے دشمنان اسلام اس پر خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔ اس کا یہ تقاضا فطری ہے کہ ان کی طرف سے مسلمانوں اور عام انسانوں کے درمیان منافرت کی آگ از سر نو بھڑکانے کی کوششوں کا نیا سلسلہ شروع ہو۔ ہمارے نزدیک سلمان رشدی کی "شیطانی آیات" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یہ بات کہ عالمی سطح پر اسلام آگے بڑھ رہا ہے، خیالی دنیا کی بات نہیں ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ وہ دنیا اب آپ لوگوں کے لیے بالکل اجنبی نہیں رہی ہے جہاں ٹھوس حقیقتوں کا خود مشاہدہ و تجربہ کیا جاتا ہے اور جہاں کی خبروں سے وہ لوگ بڑی حد تک بے خبر ہی رہتے ہیں جن کی معلومات کا زیادہ تر انحصار اخبارات وغیرہ دیگر ذرائع ابلاغ پر رہتا ہے۔ پس آپ لوگوں کیلئے اس بات پر یقین کرنا انشاءاللہ بہت آسان ہوگا کہ عصر حاضر میں ہزار دشواریوں اور نامساعد حالات کے باوجود دعوت و اشاعت کے میدان میں بحمداللہ اسلام سب سے آگے ہے، تاہم جو تھوڑی سی مرعوبیت موجودہ ذرائع ابلاغ کی ابھی آپ کے دل میں باقی رہ گئی ہو، اس کی رعایت کرکے میں آپ کو چند اخباری تراشے بھی دکھانا چاہتا ہوں۔

یہ دیکھئے آپ کے سامنے یہ جو تراشہ ہے یہ مشہور برطانوی اخبار (GUARDIAN) کے شمارے بابت ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء کا ہے اس میں اخبار کے مذہبی امور کے مراسلہ نگار کے قلم سے ایک رپورٹ چھپی ہے جس کا عنوان ہے PEWER IN CHURCH AS MOSQUES PLOURISH) "مسجدوں میں اضافہ اور گرجوں میں کمی"۔ (یہ رپورٹ اخبار کے پورے کالم میں چھپی ہے، اس کا صرف ایک اقتباس ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے)

Christian church membership declined to just under 7 million last year, compared with nearly 7.5 million in 1980 and 8.5 million in 1970. The number of mosques increased from four in 1960 to 814 last year.

"برطانیہ میں کلیسا کے ممبروں کی تعداد ۱۹۷۰ء میں ۸۵ لاکھ تھی، ۱۹۸۰ء میں یہ تعداد ۷۵ لاکھ رہ گئی، اور گذشتہ سال ۱۹۸۵ء میں تو یہ تعداد ۷۰ لاکھ سے بھی کم رہ گئی۔ (اس کے برخلاف) ۱۹۶۰ء میں برطانیہ میں کل ۴ مسجدیں تھیں، اور ۱۹۸۵ء تک برطانیہ میں مسجدوں کی تعداد ۸۱۴ تک پہنچ چکی تھی۔"

یہ دوسرا تراشہ "ہندوستان ٹائمز" کے شمارے بابت ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۶ء کا ہے۔ اس میں ایک رپورٹ زیر عنوان "فرانس میں اسلام" (ISLAM IN FRANCE) چھپی تھی، اس رپورٹ کے یہ جملے خاص طور سے قابل غور ہیں :-

Islam has adehugestride in France, with mosques spreading across the landscape and increasingly self-assurt Muslimdemanding recognition that this is now a partly Muslim country. InteriorMinister Charles Pasqual asinstructed his staff to prepare him a report on thi strangenew Franceof theusand Mosques detailing the influence of Islam fundamentalist, The newspaper and broadcasting hane also discovered the Islamic French thanks to a major new book by a specialistin islamic studies and political science professor, Gilles Kepel.

"فرانس میں اسلام تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے، ملک میں ہر طرف مسجدیں بن رہی ہیں اور مسلمان بڑھتی ہوئی خود اعتمادی کے ساتھ اب یہ تسلیم کیے جانے کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ فرانس اب جزوی طور پر ایک مسلم ملک ہے۔ فرانسیسی وزیر داخلہ نے اپنے عملہ سے کہا ہے کہ وہ "ایک ہزار مسجدوں والے اس نئے اور عجیب وغریب فرانس" کے بارے میں اپنی مفصل رپورٹ پیش کریں جس میں اسلامی بنیاد پرستی کے اثرات کی پوری تفصیل درج ہو"

آگے چل کر اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ :-

"گزشتہ ۱۵ سال میں مسجدوں اور عبادت گاہوں کی تعداد تقریباً ایک درجن سے بڑھ کر ایک ہزار (۱۰۰۰) تک پہنچ گئی ہے"

اس رپورٹ کے مطابق فرانس میں گزشتہ ۱۵ سال کے دوران مسلمانوں کی تعداد میں تو کوئی نمایاں اضافہ نہیں ہوا، البتہ خود مسلمانوں میں کافی تیز رفتاری کے ساتھ بیداری بڑھی ہے۔

اسی طرح کی ایک رپورٹ مشہور بین الاقوامی رسالہ (TIME) کے ۲۳ر مئی ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں (AMERICANS-FACING TOWARDS MECCA) کے زیر عنوان چھپی تھی، جس سے امریکہ میں اشاعت اسلام اور مسلمانوں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں امریکی مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کے مختلف اسباب کے تذکرہ کے بعد کہا گیا ہے :-

U.S. Muslims are expected to surpass Jews in number and in less than 30 years become the countrys second largest religious community after Christians.

"امریکی مسلمانوں کی تعداد مستقبل میں یہودیوں سے بڑھ جانے کی امید ہے، توقع ہے کہ آئندہ ۳۰ سال میں مسلمان، عیسائیوں کے بعد ملک کی سب سے بڑی آبادی ہو جائیں گے۔"

یہ تو ہوئی اخباری اطلاعات کی بات! میں یہ بات پھر دہراتا ہوں کہ ہم لوگ نہ اخباری خبروں کو پوری طرح قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں اور نہ بحمداللہ صورتحال سے باخبری کے لیے ان ذرائع ابلاغ کے محتاج ہیں جن پر اس وقت بڑی حد تک یہودیوں اور اسلام دشمن طاقتوں کا قبضہ ہے۔ ہمیں اپنے براہ راست مشاہدہ و تجربہ اور دنیا کے چپہ چپہ میں براہ راست رابطہ والی اور خالصۃً عملی جدوجہد کرنے والے ہزاروں بندگانِ خدا کی کارگذاریوں کے ذریعہ دنیا کی صورتحال کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے اس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ عصرِ حاضر میں ایک طرف تو دائیں بائیں مختلف قسم کے نظاموں کو برتنے کے باوجود اپنے خوابوں کو پہلے سے زیادہ تشنۂ تکمیل دیکھ کر اور اپنی روح کی روز افزوں پیاس سے بُری طرح پریشان ہو کر دنیا کے عام انسان اسلام ہی کو اپنے درد کا درماں سمجھنے لگے ہیں ..... اور دوسری طرف مسلمانوں کے سنجیدہ طبقے میں روز بروز یہ احساس عام ہوتا جا رہا ہے کہ ہمارے مسائل کا حل اور ہماری جدوجہد اور تگ و تاز کا اصل میدان صرف اور صرف دعوت الی اللہ ہے سیاسی شور و غل اور ہنگامہ آرائی سے ہمارے مسئلے اور الجھتے جا رہے ہیں ـــــ اور اگر کچھ مدت تک یہ ماحول برقرار رہ گیا تو دو اور دو چار کی طرح اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کے مزاج میں اعتدال آجائے گا اور دعوتِ اسلامی کے آگے بڑھنے کے لیے ماحول مزید سازگار ہو جائے گا، اور یہی وہ نتیجہ ہے جسے دشمنانِ اسلام کسی قیمت پر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتے اسی وجہ سے ہر کچھ دن کے بعد کوئی ایسا شوشہ چھوڑ دیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو مشتعل کر دینے والا کوئی واقعہ بپا کر دیا جاتا ہے جس سے ہر طرف (TENSION) ذہنی تناؤ اور کشیدگی پھیل جاتی ہے اور دونوں فریقوں کا موڈ بُری طرح بگڑ جاتا ہے۔

میں نے اپنی گفتگو کے شروع میں کہا تھا کہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے عام مسلمانوں کو جو جذباتی محبت ہے، اسلام دشمنوں نے اکثر اسے اپنے اس مذموم مقصد کے لیے نہایت کامیابی اور عیاری کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ ہمیں اس بارے میں ذرا بھی شُبہ نہیں ہے کہ سلمان رشدی والا قضیہ بھی دراصل اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اب آپ اس پس منظر کو سامنے رکھ کر بتائیے کہ آپ کی رائے میں سلمان رشدی کی اس شیطنت کے بارے میں مناسب طرزِ عمل کیا تھا؟ آیا یہ کہ اس کے خلاف شور بپا کیا جائے، ہنگامے کیے جائیں، مظاہرے کیے جائیں؟ یا یہ کہ اسے پوری طرح نظر انداز کر دیا جائے اور پوری یکسوئی اور صبر و استقلال کے ساتھ اپنا کام دعوت الی اللہ جاری رکھا جائے؟؟؟

پہلے طریق کار میں دل کی بھڑاس نکل جائے گی، جذبات کی تسکین بھی ہو جائے گی، چاروں طرف سے شاباش بھی خوب ملے گی، البتہ دشمن کو ہماری کم عقلی پر ایک بار پھر ہنسنے کا موقع ملے گا ـــــ اور دوسرے طریق کار میں دل پر پتھر رکھنا ہوگا، جذبات کی قربانی دینی ہوگی، بزدلی اور بے حسی کے طعنے بھی سننے پڑیں گے، البتہ اسلام کا بھلا ہوگا، دین کو تقویت پہنچے گی،

دشمن ناکام اور اس کا حوصلہ پست ہوگا، اور سب سے بڑھ کر اللہ راضی ہوگا اور اس کے رسولؐ کی منشا پوری ہوگی۔

سیرتِ نبویؐ کے ایک واقعے سے ہمیں زیرِ بحث مسئلہ میں راہنمائی مل سکتی ہے۔ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار صحابی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، کچھ اوباش کافروں نے آپؐ کو گالیاں دینی شروع کر دیں، کچھ دیر تک تو صدیق اکبرؓ بھی خاموش رہے لیکن بالآخر صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، ناموسِ رسولؐ کی اس طرح بے آبروئی صدیق اکبرؓ سے دیکھی نہ گئی، پلٹ کر ان اوباشوں کو مخاطب کر کے کچھ کہہ دیا، مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکدم سے اٹھ کر چل دیئے، صدیق اکبرؓ تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ! جب تک میں خاموش رہا آپ نے مجھے اپنے قرب سے محروم نہیں فرمایا لیکن جیسے ہی میں بولا آپ اٹھ کر چل دیئے! یہ کیا ماجرا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ابوبکر! جب تک تم خاموش تھے ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جوابدہی پر مامور تھا، لیکن جب تم بول پڑے تو وہ فرشتہ تمہارے پاس سے چلا گیا، سو میں بھی چلا آیا۔

یاد رکھیئے! اس قسم کی بیہودہ شیطانی بکواس کا بہترین جواب موجودہ حالات میں یہی ہے کہ خاموش رہا جائے لیکن ایسے موقعوں پر خاموش رہنا بھی سیکھنا پڑتا ہے۔ خدا کرے کہ موقع محل کی تمیز اور جہاں خاموشی بہتر ہو وہاں اپنے جذبات پر قابو رکھنے اور خاموش رہنے کی عادت یہ دونوں چیزیں سیکھنے کی ضرورت کا ہمیں خاطر خواہ احساس ہو جائے۔

ابھی میں نے آپ سے اس ڈرامے کے صرف ایک کردار (سلمان رشدی) کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ ڈرامے کے دوسرے کردار آیۃ اللہ خمینی کے رول کی وضاحت بھی کافی تفصیل طلب ہے۔ اور اگرچہ کمزوری و نقاہت کے باعث میں بہت تھک چکا ہوں، تاہم اس سلسلہ میں بھی کچھ نہ کچھ کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔

صورتحال یہ ہے کہ مکہ میں ایران کی ناکام شورش، پھر اچانک ایران عراق کی جنگ بند ہونے کے بعد سے اور امریکہ و اسرائیل کے ساتھ ایران کے خفیہ تعلقات کا راز فاش ہو جانے کے بعد سے خمینی صاحب کی مقبولیت میں تیزی سے کمی آگئی تھی اور ان کی امامت کے غبارہ کی ہوا نکل چکی تھی، لیکن اسلام دشمن طاقتوں کو ایران سے ابھی جو مزید کام لینا تھا اس کے لیے ضروری تھا کہ اس غبارہ میں پھر سے ہوا بھر دی جائے اور خمینی صاحب کو دوبارہ امام المسلمین کے مقدس منصب پر جلوہ افروز کیا جائے اور پھر جس وقت سارا عالم اسلام خمینی صاحب کی جرأت و ہمت اور اسلامی غیرت پر خوشی سے تالیاں بجا رہا ہو اور عقیدت کے پھول برسا رہا ہو، ٹھیک اسی وقت ایران سے افغانستان اور پاکستان میں اسلام کی قبر کھودنے کا کام اس مہارت سے لیا جائے کہ سلمان رشدی کے قضیہ کے شور میں کسی کا ذہن بھی اس طرف منتقل نہ ہو سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ پاکستان میں صدر ضیاء الحق کی شہادت سے لے کر اب تک جو کچھ ہو رہا ہے اس میں شیعوں اور قادیانیوں کا کردار سب سے زیادہ نمایاں ہے — اور افغانستان میں گیارہ سالہ بے مثال قربانیوں پر خطِ تنسیخ پھیر دینے اور لاکھوں شہیدوں کا خون ضائع کر دینے کی جو منحوس کوشش اس وقت آیۃ اللہ خمینی کی قیادت میں ایران کر رہا ہے وہ اسلام دشمنوں کے

منشاء کے ہی نہیں، شیعوں کی تاریخ کے بھی عین مطابق ہے۔

لیکن افسوس کہ بحیثیت مجموعی مسلمانوں پر جو خداوندی سزائیں مسلط ہیں اُن میں سے ایک ان میں عقل و شعور کا فقدان اور یادداشت کی بے حد کمزوری بھی ہے۔ نسوا الله فانساهم انفسهم

مسلمانوں کو یہ نہیں یاد رہا کہ سلمان رشدی کو سبِ رسولؐ کے جرم میں واجب القتل قرار دیئے جانے والا شخص خود کس حد تک اس جرم سے بری ہے؟ ابھی تھوڑے دن کی بات ہے دنیا بھر کے اخبارات و رسائل میں خمینی صاحب کا یہ بیان چھپا تھا کہ:۔

"پیغمبرِ اسلام بھی مکمل اور مثالی اسلامی انقلاب برپا نہیں کر سکے تھے، اس لیے کہ ان کو وہ مخلص ساتھی نہیں ملے جن کی اس عظیم کام کے لیے ضرورت تھی۔"

اسی بیان میں خمینی صاحب نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ:۔

"ہم وہ انقلاب برپا کر کے دکھائیں گے جسے (نقلِ کفر کفر نباشد) پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی برپا نہیں کر سکے تھے۔"

خدارا کوئی بتائے! اس سے بڑی بھی کوئی گستاخی فخر الرسل اور امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں کی جا سکتی ہے؟ صحابہ کرامؓ کے متعلق خمینی صاحب کے جو خیالات ہیں، ان کا بھی ظاہر ہے کہ اصل نشانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہی ہے۔

مسلمانوں کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ جو شخص اس وقت ساری دنیا کے مسلمانوں کا (بزعم خود) ترجمان بن کر کھڑا ہوا ہے، اس کے اپنے خیالات کیا ہیں، اس کا کردار کیا ہے، اسلام دشمنوں سے اس کے روابط کس قسم کے ہیں؟ اس کے حقیقی عزائم اور منصوبے کیا ہیں؟

ادھر کچھ دنوں سے روس اور ایران کے درمیان براہِ راست بات چیت کی خبریں آ رہی تھیں، ایران کے وزیر خارجہ روس گئے، کچھ اور اعلیٰ سطحی ایرانی حکام بھی روس کے دورہ پر گئے۔ اور اب آخر میں روسی وزیر خارجہ نے ایران کا جو دورہ کیا ہے اس کا مقصد یہ بتایا ہے کہ برطانیہ اور ایران کے مابین ثالثی کی روسی پیشکش پر تبادلۂ خیال تھا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دنیا میں تو مشہور یہی ہے کہ برطانیہ اس مغربی بلاک کا اہم ترین ملک ہے جو بنیادی طور پر روس کا حریف ہے، اور ایران میں بھی مرگ بر امریکہ کے ساتھ مرگ بر روس کے نعرے زور شور سے بلند ہوتے رہے ہیں پھر بھی یہ پوچھنے کی ضرورت کسی نے نہیں سمجھی کہ دو دشمنوں کے درمیان ثالثی کا کام ایک ایسا تیسرا ملک کیسے کر رہا ہے جس سے دونوں کے تعلقات اچھے نہیں ہیں؟

شاباش! دجالی سیاست کے لیڈرو! شاباش! ساری دنیا کی آنکھ میں دھول جھونکنے کی کوشش میں تم مسلسل کامیاب ہو رہے ہو! روسیوں اور ایرانیوں کے درمیان افغانستان میں آخری وار کے لیے تفصیلی اور براہ راست بات چیت

ضرورت تھی، مگر اس کے لیے کوئی ایسا عنوان درکار تھا جس کو سامنے رکھ کر ساری دنیا کو خصوصاً مسلمانوں کو بیوقوف بنایا جاسکے۔ لہٰذا طے یہ ہوا کہ سلمان رشدی کی اس کتاب کی حمایت کا بیڑا برطانیہ اٹھائے اور مخالفت کا علم ایران بلند کرے، پھر اس قضیہ کو لے کر دونوں ملکوں میں تو تو میں میں ہو اور پھر روس دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کے بہانے کود پڑے اور اس طرح روسی استادوں کو اپنے ایرانی شاگردوں کو خاص کر پاکستان اور افغانستان میں تخریبی کارروائیوں کے مجوزہ لائحہ عمل کے بارے میں تفصیلی ہدایات دینے کا اطمینان سے موقع مل جائے۔

اسلام کے دشمن اکثر ایک تیر سے کئی شکار کرتے ہیں سلمان رشدی کے اس قضیہ سے اولاً تو مسلمانوں اور دنیا کے عام انسانوں کے درمیان منافرت کے جذبات بڑھانے کا کام لیا گیا، پھر آیۃ اللہ خمینی کی "رجعت" کا کام بھی اس قضیہ سے لیا گیا، اور اب اسی کی آڑ میں ایران اور روس کے درمیان باہم صلاح و مشورہ جاری ہے۔

اب مسئلہ کے پس منظر کے بارے میں ان تمام تفصیلات کو سامنے رکھیے اور خود فیصلہ کیجیے کہ سلمان رشدی کے اس قضیہ کے بارے میں ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟

یہاں پر میری یہ گفتگو پوری ہوئی تو ان نوجوانوں نے ایک اور سوال کیا۔ سوال یہ تھا: "آپ کی اس گفتگو سے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی بے شعوری سب سے بنیادی مسئلہ ہے، آخر اس کا کیا علاج ہے؟"

میں نے اس وقت تو اس سوال کے جواب سے معذرت کی اور کسی دوسری نشست میں اس کا جواب دینے کا وعدہ کیا۔ ان سطور کے لکھنے سے پہلے وہ دوسری نشست بھی ہو چکی ہے۔ اس نشست میں ان کے اس سوال کے جواب میں جو کچھ مجھ سے بن پڑا میں نے عرض کیا۔

میں ابھی فیصلہ نہیں کرسکا ہوں کہ وہ معروضات بھی "الفرقان" کے ذریعہ آپ سب تک پہنچاؤں یا نہیں؟ اگر آپ اپنی رائے سے مجھے مطلع فرماویں تو مجھے فیصلہ کرنے میں مدد ملے گی۔ ع

یار زندہ صحبت باقی

(بشکریہ "الفرقان" لکھنؤ، مارچ ۱۹۸۹ء)

بقیہ ص ۳۶: امام اعظم ابو حنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب و سیاست

وضع کردہ قوانین کے مجموعے نے حکومت کے باضابطہ آئین کی حیثیت اختیار کر لی۔ جو ۵۳۰ سال تک ملک کی دستوری حیثیت سے نافذ العمل اور جاری رہا۔ پھر دنیائے انسانیت کے گوشہ گوشہ میں اس کی مسلّم قانونی حیثیت اور فضل و تفوق کے پیشِ نظر عملاً نافذ کیا جاتا رہا۔ یہ ابو حنیفہ ہی کی عظیم حکیمانہ سیاست، حکمت عملی اور جامع منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے۔ کہ آج دنیا میں ان کے پیروکاروں اور آئینی کاوشوں پر عمل کرنے والوں کی تعداد دوسرے مذاہب و مسالک کی نسبت سے دو تہائی بڑھ کر ہے

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔